۱۶۵واں باب

مدینے میں منافقت کی تاریخ

کتاب اللہ میں منافقین کا تذکرہ	۱۷۲
منافقت کیا ہے	۱۷۳
ابتدائی ایام میں منافقین کا طرزِ عمل	۱۷۵
مدینے میں ایک نیا سیاسی نظام کیسے وجود میں آیا	۱۷۶
عبداللہ بن ابی	۱۷۶
قریش کی جانب سے منافقین اور یہود کو پیغامات	۱۷۸
مدینے کے ابتدائی ایام میں منافقین کا شور و غوغا	۱۷۸
مدینے میں منافقین کی نمازیں	۱۸۰
اللہ کی جانب سے قرضِ حسنہ کی طلب	۱۸۰
سریہ نخلہ کے پسِ منظر میں منافقین کا روّیہ	۱۸۱
منافقین کی ایک قرآنی تصویر	۱۸۱
منافقین قرآنِ کریم کو نہیں سمجھ پاتے	۱۸۳
کمزور ایمان کے لوگوں کو منافق اُچک لیتے ہیں	۱۸۴
اللہ نفاق کا راز فاش کر کے رہے گا	۱۸۵
اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ	۱۸۵
بدر کے موقع پر منافقین جنگ سے گریزاں تھے	۱۸۶
فتح کی خوش خبری پر منافقین کا طرزِ عمل	۱۸۷
بنو قینقاع کی حمایت و طرف داری	۱۸۷
نفاق کی نشانی، قول و فعل میں تضاد	۱۸۸
نفاق قلوب میں ٹیڑھ پیدا کرتا ہے	۱۸۸
منافقین کو قتل کرنے کی تجویز رد کر دی گئی	۱۸۹
ایک بڑا مقصد منافقین کے نفاق کو کھولنا تھا	۱۸۹
منافقین قیادت اور فیصلہ سازی کا حق چاہتے ہیں	۱۹۱
کیا قیادت بد دیانتی کرے گی؟	۱۹۱
منافقین کا پردہ چاک کرنا تھا	۱۹۲
منافقین کفار کے دوست ہوتے ہیں	۱۹۳
منافقین کے روّیے کو نظر انداز کیا جائے	۱۹۵
منافقین کے دل رسالتِ محمدیؐ پر مطمئن نہیں ہیں	۱۹۶
منافقین قرآن مجید پر بھی شک میں مبتلا ہیں	۱۹۶

۱۶۵واں باب

مدینے میں منافقت کی تاریخ

کتابُ اللہ میں منافقین کا تذکرہ

ہم سنہ ۵ ہجری کے واقعات و تنزیلات تقریباً زیرِ بحث لا چکے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ مدینے کے یہ گزشتہ پانچ برس ہی نہیں بلکہ آنے والے پانچوں برس بھی اِن منافقین کی فتنہ انگیزیوں سے آلودہ رہیں گے اور آپ رسولِ عربی ﷺ کو اِن کے ساتھ ایک حکیمانہ مگر شدید جنگ کی حالت میں دیکھیں گے، اسی طرح نازل ہوتا ہوا قرآن بھی اِن کے طریقِ واردات اور اِن کی خصوصیات اور خباثتوں کو بتاتا اور اِن کو دھمکیاں دیتا ہوا نازل ہوتا رہے گا یہاں تک کہ وہ ببانگ دہل اُنھیں دھمکی دے گا کہ اگر مدینے میں یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو اِن کا شہر میں قتلِ عام کر دیا جائے گا۔

لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَةِ لَنُغۡرِیَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَكَ فِیۡهَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا ۞۶۰ مَّلۡعُوۡنِیۡنَ ۚ اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَ قُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا ۞۶۱	یہ منافقین اور وہ لوگ جو مجرمانہ ذہنیت رکھتے ہیں، اور وہ جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے میں ماہر ہیں، باز نہ آئے تو ہم آپؐ کو ان کے خلاف کھڑا کر دیں گے، پھر وہ اس شہر میں تمہارے ساتھ رہنے کا کم ہی موقع پا سکیں گے۔ ان پر چہار سو پھٹکار کی بوچھاڑ ہو گی، جہاں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور تعذیب کے ساتھ قتل کیے جائیں گے [سُوۡرَةُ الۡاَحۡزَاب]۔

اتنے سخت الفاظ میں ابھی تک یہود اور مشرکین کو بھی خطاب نہیں کیا گیا ہے۔ مدینے میں آنے کے بعد اب تک تو جو بھی قرآنی اجزا نازل ہوئے، اُن میں سوائے سُوۡرَةُ الطَّلَاق اور سُوۡرَةُ الۡمُزَّمِّل کے تمام ہی تنزیلات میں منافقین کی حرکتیں زیرِ بحث آئی ہیں۔ اِن تنزیلات کی اپنی نزولی ترتیب میں فہرست ملاحظہ فرمائیے:

سُوۡرَةُ الۡبَقَرَة، سُوۡرَةُ الۡمَاعُوۡن، سُوۡرَةُ التَّغَابُن، سُوۡرَةُ الۡجُمُعَة، سُوۡرَةُ الۡحَجّ، سُوۡرَةُ مُحَمَّد، سورة الۡاَنۡفَال، سُوۡرَةُ اٰلِ عِمۡرٰن، سُوۡرَةُ النِّسَآء، سُوۡرَةُ الصَّف، سُوۡرَةُ الۡحَشۡر، سُوۡرَةُ الۡحَدِیۡد، سُوۡرَةُ الۡاَحۡزَاب، سُوۡرَةُ الۡمُجَادِلَة، سُوۡرَةُ الۡمُنٰفِقُوۡن اور سُوۡرَةُ النُّوۡر

کاروانِ نبوت سنہ ۶ ہجری سے گزر رہا ہے، اس کے شعبان میں غزوہ بنی المصطلق میں منافقین نے اپنی

کار کردگی کا ایسا 'کمال' دکھایا کہ کاروانِ نبوت ہل، ہل گیا اور لرز، لرز کر رہ گیا لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کی نصرت، فراست نبویؐ، اور صحابہ کی جاں نثاری نے منافقین کے تمام حربوں کو انجامِ کار اُن ہی پر اُلٹ کر رکھ دیا، آپ دیکھیں کہ مدینے کی سرحد پر رئیس المنافقین، بن ابی کا بیٹا اپنے باپ کے سامنے ننگی تلوار لیے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ذلیلوں کو داخلے کی اجازت عزت والوں کے سردار سے ملے گی۔ نظر ذرا چند ایک ہفتوں بعد مدینے کے اندر ڈالیں جہاں منافقین کے چکر میں آئے ہوئے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو قذف کے جرم میں کوڑے لگائے جا رہے ہیں، تاکہ پاک ہو جائیں اور منافقین اپنے نفاق میں اور پکے رنگ میں اچھی طرح رنگ جائیں تاکہ جہنم میں اپنے کیے کا بھرپور بدلہ پا سکیں۔ اِن کی سازشوں اور حرکتوں کو طشت از بام کرنے اور انھیں اور مؤمنین صادقین کو اِن کی حیثیت و حقیقت بتانے کے لیے نئے ضابطوں کے ہم راہ دو مزید سورتیں نازل ہوئیں، سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْن اور سُوْرَۃُ النُّوْر۔ اِن دونوں کے بعد آنے والے برسوں میں اِن منافقین کی سوائے سُوْرَۃُ النَّصر کے ہر جگہ مناسب اور کافی شافی کھنچائی ہوتی رہے گی۔ اب ترتیبِ نزولی پر بس یہ چند سورتیں باقی ہیں: سُوْرَۃُ الْمَآیِدۃ، سُوْرَۃُ التَّوْبَة، سُوْرَۃُ الْفَتْح، سُوْرَۃُ الْحُجُرٰت، سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَة، سُوْرَۃُ التَّحْرِیْم، چند رکوع سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن کے اور سُوْرَۃُ النَّصر۔ .... ہم آگے بڑھنے سے قبل منافقین اور منافقت کے بارے میں قرآنی اجزا کی رہ نمائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِن کے ساتھ حکیمانہ معاملت (dealing) کو دیکھیں گے۔ تاکہ آنے واے واقعات اور نازل ہونے والی سورہ منافقون اور سورہ نور کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

منافقت کیا ہے

اسلام میں منافقت، دل کی کیفیت اور اُس کے عقائد و نیتوں کے مقابلے میں زبانی دعووں کے اختلاف و تضاد کو کہتے ہیں۔ ظاہر میں منہ سے کسی چیز کو اچھا اور صحیح کہنا جب کہ دل میں اُس پر یقین نہ ہونا یا دل سے اُسے برا جاننا اور ناپسند کرنا، یا پھر یوں ہو کہ زبان سے کسی چیز کو برا کہنا مگر دل میں اُسے اچھا جاننا، منافقت کے مظاہر ہیں۔

مسلمانوں کے درمیان منافق وہ منکرینِ حق کہلائے جو ارادتاً، فتنے کی غرض سے مسلمانوں سے فائدہ اُٹھانے اور اندر رہتے ہوئے اُنھیں نقصان پہنچانے کے لیے اپنے آپ کو مسلمان کہنے لگے اور کلمہ طیبہ کا اقرار کر لیا حالاں کہ وہ دینِ اسلام، اُس کی تعلیمات اور شریعت پر یقین نہ رکھتے ہوں۔ یا وہ ڈھل مل یقین لوگ جو اسلامی معاشرے میں اگر اسلام کا انکار کر دیں تو کاروباری تعلقات، محبتیں، وراثت کے معاملات اور رشتہ داریاں متاثر ہو جائیں لہٰذا ناچار اپنے اسلام کا اعلان کرتے ہیں۔ تمام منافقین کی خوئے مشترک یہ ہے کہ وہ کسی حد تک اسلام کی عائد پابندیاں مثلاً

نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ ادا کرتے تاکہ اُنھیں اُن نقصانات کا سامنا نہ کرنا پڑے جو اسلام سے انکار کی صورت میں اُنھیں ہو سکتے ہوں۔ منافق وہ نسلی مسلمان بھی ہیں جو مسلمان گھرانوں میں پیدا ہو جاتے ہیں اور اوپر مذکورہ معاشی، مالی، معاشرتی فوائد اُنھیں اُسی وقت تک حاصل رہ سکتے ہیں جب تک وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے رہیں اور شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور مردم شماری کے رجسٹروں میں اپنے آپ کو مسلمان لکھیں یا لکھوائیں، چاہے روزے نماز سے دور کا تعلق بھی نہ ہو سوائے ضرورتاً تقریبات میں خواہ اللہ کا اور شریعت کا مذاق اُڑائیں، کھلے دہریے ہوں یا سوائے اسلام کے مطلوب مومن کے کچھ بھی ہوں۔ گناہوں سے انسان اسلام سے خارج نہیں ہوتا لیکن بنیادی ایمانیات کے انکار سے انسان دائرہ اسلام میں نہیں رہ پاتا۔ چوں کہ کوئی اسلامی حکومت حقیقت میں اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہے، عام افراد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قول و عمل سے کافر نظر آنے والوں کو جو اپنے ایمان و اسلام کا اعلان کرتے ہوں کافر یا منافق کہیں [تاہم اُن کے ساتھ تعلقات اور معاملات میں احتیاط انتہائی ضروری ہو گی] لیکن جب ایسے لوگ اللہ کے حضور حاضر ہوں گے تو اُنھیں اپنی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ جب بھی صحیح معنوں میں اپنی روح کے مطابق اسلامی حکومت کہیں وجود میں آئے گی تو وہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے تمام لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کی طاقت کے زور پر پابندی کرائے گی یا نماز اور زکوٰۃ کے منکرین کے ساتھ جنگ کرے گی جیسا کہ قرآن کا حکم ہے اور جیسا کہ امیر المؤمنین سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اور کیا۔

دورِ نبوت میں مکے کے اندر فائدے سمیٹنے کے لیے اسلام قبول کرنے کا کوئی تصور نہیں تھا بلکہ وہاں تو اسلام کا اعلان ہی خطرات کو دعوت دینے اور جسم و جان کو آزمائش میں ڈالنے کا نام تھا، چناں چہ وہاں منافقت کی وہ قسم جو اوپر بیان کی گئی سرے سے ناپید تھی۔ تاہم ایسے ضعیف الایمان چند لوگ ضرور تھے جو خطرات اور نقصان کے ڈر سے دل کے اندر ایمان کی حمایت و محبت کے باوجود اپنے اسلام کا اعلان نہیں کر سکتے تھے۔ حقیقی منافقت سے سابقہ مدینے پہنچتے ہی پیش آیا۔ کیوں کہ اوس و خزرج کی اکثریت بشمول اُن کے کم و بیش تمام سرداروں کے مشرف با ایمان ہو گئی تھی، لیکن ایک بڑی تعداد [پینتیس چالیس فی صد] اسلام پر اپنے دل کو مطمئن نہیں کر سکی تھی لیکن ظاہر میں اسلام کا اعلان کرتی تھی۔ یہود کے تین بڑے قبیلوں کی ۹۹ فیصد آبادی اپنے آبائی دین پر قایم اور اسلام کی منکر تھی۔ یوں پورے مدینے کی اکثریت اسلام سے دور تھی لیکن مدینے پر چوں کہ اقتدار اور غلبے کا حق اوس اور خزرج کو حاصل تھا اور اُن کے سردار اور قبیلے کی اکثریت مسلمان ہو گئی اور اُنھوں نے برضا و رغبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے بلایا، اور آپؐ کے اقتدار اور اسلام کی بالادستی کو قبول کر لیا تو پوری ریاست اسلام کے زیرِ نگیں

آ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے آتے ہی ایک چارٹر [میثاق کہیں یا آرڈیننس] تمام باشندگان یثرب کے سامنے پیش کیا جس میں آپ ﷺ کو تمام معاملات میں مقتدر اور فیصلہ کن اتھارٹی مانتے ہوئے آبادی کے تمام طبقوں کے حقوق وفرائض بڑے عدل کے ساتھ متعین کر دیے گئے۔ اس چارٹر کی کسی نے مخالفت نہیں کی اور عملاً سب نے اس کو اپنے اوپر نافذ کر لیا۔ بعد کے ادوار میں اس پر تحریری تصدیق کے بھی یہود نے دستخط کیے۔ یہود اور اعلانیہ اسلام سے منحرف لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا محمد عربی ﷺ کی حکومت کے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا اصل مسئلہ نام نہاد مسلمانوں کا تھا جو دکھاوے کے لیے مسجد میں بھی آتے، لیکن دل سے یا تو انکاری تھے یا کامل یقین اور رسول اللہؐ سے دلی محبت سے محروم، ڈِھل مل یقین مسلمان تھے۔ یہ سارے حقیقتاً منافقین تھے، قرآن اِن کے اوصاف کے ذریعے اِن کو منافق کہہ کر پکار رہا تھا [نہ کہ نام بنام]۔ یہ جانے جاتے تھے اور نہیں بھی جانے جاتے تھے لیکن کسی کو بھی منافق کہہ کر مسلمانوں کو حاصل حقوق سے محروم نہیں کیا جاتا تھا، سب کو سلام دعا ہوتی، مسجد میں آنے دیا جاتا، اخلاق سے پیش آیا جاتا، یہ لوگ مسلمانوں کے درمیان آپس میں شادیاں کرتے، مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھتے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوتے اور دیگر تمام تحفظ جان ومال اور عزت و آبرو کے کامل حقوق اِن کو حاصل تھے۔

ریاستِ مدینہ کے ابتدائی ایام میں منافقین کا طرزِ عمل

ہجری سنہ کے پہلے برس، صفر [جنوری ۶۲۲ء] کے مہینے کے آغاز میں جب اچانک مکے سے مہاجرین کی مدینے میں آمد شروع ہوئی تو مدینے میں اسلام سے غیر مطمئن افراد اور اسلام اور شرک کے درمیان متذبذبین نے اپنے آپ کو ایک نئی پریشان کن صورتِ حال میں پایا۔ اوس اور خزرج کے سرداروں سمیت دونوں قبیلوں کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ڈھل مل یقین لوگوں (متذبذبین) کے تمام مفادات اپنے قبیلے کے لوگوں ہی سے وابستہ تھے، اُن کے والدین، بیٹے بیٹیاں، بھائی بہن، سسرال اور سارے کاروبار مشترکہ جائیدادیں انھی اسلام قبول کرنے والوں کے درمیان تھیں۔ ابھی وہ حالات کو پوری طرح سمجھ بھی نہ پائے تھے کہ اگلے مہینے رسول اللہ ﷺ بھی مدینے میں آ گئے۔ اُن کے والہانہ استقبال اور اوس و خزرج کے سرداروں اور بااثر افراد کے دلوں میں اُن کے لیے شدید محبت کے اظہار نے غیر مطمئن اور متذبذبین کو مجبور کر دیا کہ یا تو اسلام قبول کر لیں، بصورتِ دیگر بغیر کسی مخالفت کے حالات کا اُٹھان دیکھیں، اُن کا خیال تھا کہ جلد ہی یہ منظر بدل جائے گا اور اگر اُنھوں نے جلد بازی کی اور فوری مخالفت شروع کی تو مارے جائیں گے۔ وہ یہ بھی گمان کر رہے ہوں گے کہ جلد

ہی قریش کے سورما آکر اپنی قوم سے اُٹھنے والے اس نئے نبیؐ اور اُس کے ماننے والوں سے نبٹ لیں گے، ہم اپنی قوم اور قبیلے کے لوگوں سے لڑنے سے محفوظ رہیں گے۔

مدینے میں ایک نیا سیاسی نظام کیسے وجود میں آیا

بیعت عقبہ ثانیہ کی سیاسی اور عسکری شقوں نے، اوس اور خزرج کی اکثریت کے اور اُن کے سرداروں کے ایمان لے آنے اور یثرب میں رسول اللہؐ کے ہتھیاروں کی جھنکار میں فقید المثال استقبال نے اسلام کی برتری کے حق میں ایک ایسی نفسیاتی فضا بنا دی کہ منافقین اور یہود نے مناسب وقت پر حالات کو اپنے حق میں ٹھیک کرنے کے ارادے سے اِس ماحول کو ایک وقتی ہنگامہ سمجھ کر سر جھکا دیے۔ لوہا گرم تھا آپؐ کو سلطنت کا سرپرستِ اعلیٰ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ حالاں کہ اگر آج کے دور کی مانند بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات ہوتے تو ایک بھی بنی اسرائیلی (یہود) کا ووٹ اسلام کو نہیں ملتا اور ہم الیکشن ہار جاتے۔ آپؐ نے مدینے کے تمام قبائل اور نواح میں بسنے والے یہود کے تمام گروہوں کے لیے ایک اعلامیہ جاری کر دیا جو اِس مملکت مدینہ میں ہر رہنے والے کے لیے امن و سلامتی کا پیغام بھی تھا اور مملکت کی حفاظت کے لیے ہر ایک کی ذمہ داریاں بھی بیان کرتا تھا۔ اوپر جس نفسیاتی فضا کا ذکر کیا گیا، اُس میں اِس اعلامیے کا جاری ہونا اور اِس پر سب کا دم سادھے خاموشی اختیار کر لینا، سب کی جانب سے اس کو تسلیم کرنے کا اظہار ہو گیا اور بشمول یہود کے، سب لوگوں نے اپنے مقدمے رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں لانے شروع کر دیے، یوں آپؐ کی اتھارٹی مسلّمہ طور پر تسلیم ہو گئی۔

ایسے افراد، جن کے ناجائز مفادات پر قبول حق سے ضرب پڑتی تھی یا جن کی عقل و فہم نے اُنھیں ابھی تک رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر مطمئن نہیں کیا تھا وہ اپنے اندر اتنی ہمت نہیں پاتے تھے کہ اسلام کے انکاری بن کر رہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ، ساتھ حالات کے جبر نے انھیں ظاہری طور پر اسلام قبول کرنے کے اعلان پر مجبور کر دیا۔ یہ لوگ قرآن کی زبان میں منافق کہلائے جو صدقِ دل سے نہیں بلکہ اپنے مفادات کے تحفظ اور قوم سے اختلاف کی زحمت سے بچنے کے لیے دل سے اپنے آبائی دین پر رہتے ہوئے کلمہ پڑھ کر بظاہر مسلمان ہو گئے تھے۔ عبداللہ بن ابی اور اُس کے ساتھ کئی سو ایسے ہی لوگ تھے، اِن میں سے اکثریت نے بدر سے قبل اور جو رہ گئے وہ بن ابی سمیت بدر کے بعد فتح سے مرعوب ہو کر چار و ناچار، نخواستہ اسلام قبول کرنے کا اعلان کر بیٹھے۔

عبداللہ بن ابی

مدینے میں نبی ﷺ کے ابتدائی دنوں کی بات ہے کہ خزرج کے ایک بڑے سردار سعد بن عبادہؓ بیمار ہو

گئے۔ رسول اللہ ﷺ اُن کی عیادت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ خیال رہے کہ آپ اُس وقت ریاستِ مدینہ کے سربراہ تسلیم کیے جا چکے تھے۔ راستے میں عبداللہ بن ابی کی حویلی "مزاحم" کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی حویلی کی دیواروں کے سائے میں چوپال جمائے بیٹھا تھا۔ آپؐ اپنے خچر سے اترے اور تھوڑی دیر کے لیے اُس کے پاس رُکے اور قرآن کی تلاوت فرما کر اُسے اور موجود لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ جسے سن کر عبداللہ بن ابی یوں گویا ہوا کہ اگر اس میں صداقت ہے تو کوئی بات بھی اُس بات سے بہتر نہیں جو آپؐ نے کہی ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ آپؐ اپنے گھر بیٹھیں اور جو کوئی آپؐ کے پاس آئے اُسے تبلیغ کیجیے اور جو کوئی آپؐ کے پاس نہیں آتا اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ عبداللہ بن ابی کی اِس بے ہودگی پر مجمع میں موجود اُس کے گہرے دوست عبداللہ بن رواحہؓ نے اُس کی خبر لی۔ اور کہا کہ "یا رسول اللہ نہیں! آپؐ ہم میں وہ بات ضرور لے کر آئیں [جو آپؐ کے رب نے ہمارے لیے بھیجی ہے]، ہمارے اجتماعات میں، ہمارے محلّوں میں اور ہمارے گھروں میں [جہاں چاہیں] ضرور تشریف لائیں۔ کیوں کہ آپؐ کی تشریف آوری اور آپؐ کا پیغام ہمیں بہت پسند ہے اور یہ کہ اللہ نے آپؐ کی تشریف آوری کے ذریعے ہم کو یہ موقع دیا ہے کہ ہم ہدایت پائیں"۔

اگرچہ بن ابی کی باتوں سے پیدا شدہ ذہنی کوفت میں بن رواحہؓ کی شایانِ شان وکالت نے کافی کمی کر دی ہو گی مگر، جب آپؐ سعد بن عبادہؓ کے مکان میں داخل ہوئے تو سعدؓ نے آپؐ کا مغموم چہرہ دیکھتے ہی سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپؐ کو کیا پریشانی لاحق ہے؟ جب آپؐ نے عبداللہ بن ابی کے رَوّیے کا ذکر کیا تو سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپؐ اس سے نرمی کا برتاو فرمائیں کیوں کہ جب اللہ آپؐ کو ہمارے درمیان لایا تو ہم اس کی تاج پوشی کی تیاری کر رہے تھے آپؐ کی آمد سے اُس کی بادشاہت ماری گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اُس کی یہ محرومی کبھی نہ بھول سکے اور ساری زندگی اُس کی خطاؤں سے درگذر کرتے رہے۔

یہ عبداللہ بن اُبی تھا، جو رسول اللہ ﷺ کے مدینے میں آنے سے دنیا اور آخرت کا کوئی فایدہ نہ اُٹھا سکا۔ یہود میں بھی اس کو بڑی قدر سے دیکھا جاتا تھا، یہود نے اُس سے بڑی امیدیں لگائی تھیں اور اُس کو بھی یہود کی دوستی پر بڑا ناز تھا۔ اُس کا مسئلہ یہ تھا کہ جنگ بعاث کے بعد خانہ جنگی سے تنگ آ کر لوگ کسی امن پسند آدمی کی تلاش میں تھے، یہ بڑا ہی "امن پسند" تھا اس نے خانہ جنگی میں بہت سے یہودیوں کو قتل سے بچایا تھا اور یہودیوں کے خلاف اپنے قبیلے کے ہم راہ جنگ میں بھی شرکت نہ کی تھی۔ جنگ سے چُور عربوں نے سوچا کسی ایسے شخص کو بادشاہ بنا لیں جو جنگ سے بھاگتا ہو، اِس کے نام قرعہ فال نکل آیا۔ تاج پوشی کی رسم باقی تھی کہ قوم ساری رسول اللہ ﷺ

کی گرویدہ ہوگئی اور اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ کو مدینے کے نو مسلموں نے حکومت و سرداری کے لیے مکے سے مدینے بلا لیا۔ تاج دھرا کا دھرا رہ گیا البتہ منافقین کو ایک چکنی چپڑی باتیں کرنے والے سردار کی اور یہود کو اُن کے لیے کام کرنے والے عربوں کے درمیان ایک ایجنٹ کی سخت ضرورت تھی، دونوں کی ضرورت ایک ہی آدمی نے پوری کردی، آجر اور ملازم دونوں کو یقین تھا کہ چند روز کا ڈرامہ ہے تاج اصلی تو جلد ہی ملازم کو پہنا دیا جائے گا۔

قریش کی جانب سے منافقین اور یہود کو پیغامات

نبی ﷺ کے مدینہ پہنچتے ہی قریش ِ مکہ نے عبد اللہ بن اُبی کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا، عقبہ کی گھاٹی میں تین ماہ قبل حجاج کے قافلے میں یہی تھا جس نے قریش کو یہ یقین دلایا تھا کہ "میرے قافلے میں سے کسی نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر قریش کے خلاف لڑنے کی بیعت نہیں کی ہے، اگر اُنھیں کچھ کرنا ہوتا تو مجھ سے پوچھے بغیر ہرگز نہ کرتے"۔ قریش مکہ نے عبد اللہ بن اُبیّ اور اس کے ہم نوا مشرک یثربیوں کو، جن کے عبد اللہ بن اُبیّ کی مجوّزہ حکومت سے مناصب اور مفادات وابستہ تھے، خط میں یہ لکھ کر بھجوایا تھا کہ :'تم لوگوں نے ہمارے آدمی [محمد ﷺ] کو پناہ دے رکھی ہے، اس لیے ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر تم لوگ اُس سے لڑائی کر کے اُسے نہیں نکال دیتے تو پھر ہم اپنی پوری قوت کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوں گے اور تمھارے سارے قابل ِ جنگ مردوں کو قتل کردیں گے اور تمھاری عورتوں کی عزت پامال کرڈالیں گے۔" اس خط کے ملنے پر عبد اللہ بن اُبیّ قریش مکہ کے مطالبے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ سے لڑائی کے لیے لوگوں کو آمادہ کرنے لگا۔ تمام یثربی جن کے مفادات یا جذبات پر نبی ﷺ کے آنے سے کسی طور چوٹ لگی تھی عبد اللہ بن ابی کے گرد جمع ہو گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس اجتماع کی خبر ہوئی تو آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا : "کیا قریش کی دھمکی نے تم لوگوں پر بہت اثر کیا ہے؟ خبردار، اس لڑائی میں ملوث ہو کر تم خود اپنے آپ کو جتنا نقصان پہنچاؤ گے، قریش اس سے زیادہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ کیا تم اپنے بیٹوں بھائیوں سے خود ہی لڑنا چاہتے ہو؟" نبی ﷺ کی یہ بات سن کر لوگ منتشر ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اِن کے قلوب کو مسل دیا تھا یہ مرعوب تھے وگرنہ فتنہ و فساد کی طاقت رکھتے تھے، وہ اللہ ہی تھا جو اپنے رسولؐ کو مدینے لایا تھا اور اُس کے قدم جما رہا تھا۔

مدینے کے ابتدائی ایام میں منافقین کا شور و غوغا

مدینے میں اہلِ ایمان کو منظم کرنے اور اُن کی تربیت کرنے کا کام بہت اہم تھا جس میں منافقین روڑے اٹکا

رہے تھے۔ منافقین کا سارا زور عصبیت پر تھا۔ اُن کا کہنا تھا کہ یہ شہر سے باہر کے آئے ہوئے لوگ کیوں ہمارے وسائل پر بوجھ بن رہے ہیں، مہاجرین کی بحالی اور آبادکاری کے خلاف وہ کنجوسی اور تنگ دلی کی دعوت دینے کے ساتھ، مہاجرین سے برادرانہ مواخات کے تعلقات کے مقابلے میں یہودیوں سے اپنے پرانے تعلقات کو بحال رکھنے پر بھی اصرار کرتے تھے کہ یہود یہاں کے قدیمی باشندے ہیں، مکہ سے آئے ہوئے اِن نو وارد مہاجرین کی نسبت شہر کے وسائل پر اور ہماری محبتوں پر اِن یہود کا زیادہ حق ہے۔ یہ مخالفین اس معاملے میں اعلانیہ مخالفت کرتے تھے، عصبیت کے نعرے میں بڑی جان ہوتی ہے، اِن کی زبانوں کو بند کرنے کے چکر میں کچھ انصاری اہلِ ایمان کے بھی متزلزل ہو جانے کا خطرہ تھا جو ابھی تربیت کے مراحل میں تھے۔

جب قرآن مجید کی سب سے طویل سورت، سورۃ الْبَقَرَة کا نزول شروع ہوا تو اُس میں ایسے منافقین سے خبردار کیا گیا جو چھپے بیٹھے تھے، ختمِ قلوب کے بیان نے واضح کر دیا کہ صورتِ حال اتنی خوش آئند نہیں ہے جتنی مسلمان گمان کر رہے تھے۔ سورۃ الْبَقَرَة نے یہ بات سمجھا دی کہ اہلِ ایمان کو منافقین سے بہت چوکنّا رہ کر آگے بڑھنا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الْبَقَرَة میں بیان کیا گیا کہ جہاں تک اِن منافقین کے تذبذب، خلوص و وفاداری کا تعلق ہے، ان کے درجات مختلف ہیں، اپنی اپنی نیتوں کے اعتبار سے کچھ کو روشنی میں آنے کی توفیق ملتی رہی اور کچھ اس دلدل سے نکلنے کے قابل نہ رہے اور نفاق پر ہی اُن کی موت مقدّر رہی۔

منافقین کی اکثریت میں اوس و خزرج کے منکرین اور جُہلا شامل تھے اور اِن میں بھی دو طرح کے لوگ تھے، اوّل وہ جو عقیدتاً پکے کافر تھے، مہاجرین کے ساتھ شدید عصبیت رکھتے تھے اور اِن میں پرانی اوس و خزرج کی آپس کی ایک دوسرے کے خلاف عصبیت بھی باقی تھی۔ یہ مسلمانوں کو بے وقوف بنا کر دیمک کی مانند اُن کی صفوں میں شامل رہتے ہوئے اُن کی اجتماعیت [سوسائیٹی] کی جڑیں کھوکھلی کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، یہ اِس چکر میں تھے کہ مسلمانوں کی اس نئی اجتماعیت کا زور توڑ دیں، یہ مسلمانوں کو بے وقوف جانتے تھے اور اپنے پندار میں گمان کرتے کہ مسلمان نرے احمق ہیں۔ منافقین کے دوسرے گروہ میں وہ لوگ تھے جن کے قلوب پر اُس وقت تک مہر نہیں لگی تھی، وہ سورۃ الْبَقَرَة میں کچھ دیر آسمانی بجلی کی روشنی میں راہ دیکھنے اور چلنے والوں کی تمثیل کا مصداق تھے۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَة کی آٹھویں سے بیسویں آیات [وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ............ وَلَوْ

شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴿۲۰﴾] میں منافقین کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے منافقین کو سمجھنے کے لیے کتاب کی جلد ہشتم کے صفحات ۴۳تا۴۸ میں اِن آیات پر گفتگو کو پلٹ کر دیکھنا مفید ہو گا۔

مدینے میں منافقین کی نمازیں

ہجرت مدینہ کے فوراً بعد اگرچہ نام نہاد مسلمان [منافقین] اپنی بود و باش، اپنی دوستیوں، اپنی باتوں اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ غیر مخلصانہ روّیے کی بنا پر پہچانے جاسکتے تھے مگر وہ کوشش کر کے سارے امور میں مسلمانوں کی نقّالی کر کے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے مگر ایک خصلت ایسی تھی کہ جسے وہ چھپانا چاہنے کے باوجود نہ چھپا پاتے تھے۔ وہ خصلت یہ تھی کہ اپنی نماز سے غفلت اور سستی برتتے تھے سُوْرَةُ الْمَاعُوْن میں اِس کم زوری کا تذکرہ ہے، مسلمانوں کے کسی فرد میں یہ خامی مکہ میں ہر گز نہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ بعض مفسرین بشمول سیّد مودودیؒ اور سیّد قطبؒ اس سورت کو مدنی قرار دیتے ہیں، کیوں کہ نماز میں غفلت اور سستی مدینے کے اندر منافقین کی نمازوں میں نظر آئی، جس کا تذکرہ اس سورت میں یوں کیا گیا: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ﴿۴﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴿۵﴾ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ﴿۶﴾ اُن نماز پڑھنے والوں کے لیے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، جو دکھاوے کے لیے کرتے ہیں۔

اللہ کی جانب سے قرضِ حسنہ کی طلب اور منافقین کا اعراض

حالات یہ ہیں کہ مہاجرین کی آباد کاری سے ماسوا، مسجد کی تعمیر کے لیے، قریش سے مقابلے کے لیے اسلحہ کی خریداری کے واسطے اور خود اہلِ مدینہ کو یہود سے روز روز نئے قرضے لینے سے باز رکھنے کے لیے مومنین کے شدید مالی ایثار کی ضرورت تھی۔ قرآن اپنے ماننے والوں کو پکارتا ہے کہ اللہ کو قرضہ دو۔ یہ مالی ایثار کا مطالبہ یثرب کے ایسے ماحول میں کیا جارہا ہے، جہاں ایک جانب یہود کی جانی پہچانی کنجوسی ہے کہ چمڑی جائے، دمڑی نہ جائے! دوسری طرف منافقین ہیں جو کنجوسی، شُحِ نفس اور تعصب کی بنا پر آنے والے مہاجرین کی امداد کے لیے کسی طرح تیار نہیں اور اُن کی مدد کرنے والوں کو بے وقوف کہہ رہے ہیں اور زمانے کے اُلٹ پھیر کے متمنی ہیں جو مسلمانوں کو مدینے سے نکال دے! اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے قرض کے پیارے نام سے مالی ایثار کی پکار کو نبی ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم نے سنا اور اس پر لبیک کہا تو دنیا نے آج تک قائم رہنے والے دین کی فصل کو لہلہاتے دیکھا۔

اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا يُّضٰعِفۡهُ لَكُمۡ وَ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوۡرٌ حَلِيۡمٌ ﴿۱۷﴾ سُوۡرَةُ التَّغَابُن

اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو تو وہ تمھیں کئی گنا بڑھا کر دے گا اور تم سے در گزر فرمائے گا، اللہ بڑا قدردان اور بردبار ہے۔

سریہ نخلہ کے پسِ منظر میں منافقین کا روّیہ

رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے مومنین کے ایک دستہ نے مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ کے مقام پر مشرکین مکہ کے ایک قافلے پر چھاپہ مارا، اُن کا مال ضبط کیا، ایک مشرک جھڑپ میں مارا گیا اور دو کو زندہ گرفتار کر کے مدینے لے آئے، یہ واقعہ ایک حرام مہینے کی آخری تاریخ میں پیش آیا۔ مشرکین، منافقین اور یہود نے شور مچایا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں جو حرام مہینے میں قتال کرتے ہیں! خود مسلمان بھی اپنے ساتھیوں کی اس جرأت پر انگشت بدنداں تھے۔ اللہ رب العالمین نے اس جرأت کی توثیق فرمائی کہ وہ لوگ جنھوں نے مسلمانوں کو مکے سے اُن کے گھروں سے نکالا ہے اور حرم کے دروازے مسلمانوں پر بند کیے ہوئے ہیں وہ کس منہ سے حرام مہینوں کی حرمت کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نخلہ کے اِس واقعے کے چند ہی روز بعد شعبان ۲ھ میں مسلمانوں پر جنگ کو فرض کر دیا، منافقین لوٹ مار میں اپنی بہادری دکھانے کے لیے اکثر نبی ﷺ سے کہتے تھے کہ اللہ ہمیں تلوار اُٹھانے کی اجازت کیوں نہیں دیتا؟ اب جو قتال کا حکم دے دیا گیا تو وہ جن کو اپنے ایمان کا بھرم رکھنے کے لیے نمازیں پڑھنی دشوار تھیں قتال کے نام سے ڈرنے اور کانپنے لگے، اُنھیں یہ کام انتہائی کراہیت والا، مکروہ یعنی ناگوار محسوس ہوا کہ اللہ نے یہ کیا حکم دے دیا! اس صورت حال کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ وَهُوَ كُرۡهٌ لَّـكُمۡ ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّـكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۱۶﴾ ع۲ سُوۡرَةُ الۡبَقَرَة

تم کو دشمنانِ دین کے ساتھ جنگ کا حکم دیا جا رہا ہے [اسلام کے ایک رکن کی حیثیت سے جنگ فرض کی جا رہی ہے]، جو تم میں سے کچھ کو ناگوار ہو گا، ممکن ہے کہ ایک چیز تمھیں ناگوار ہو مگر انجام کار وہی تمھارے لیے بہتر اور سود مند ہو۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تم کو ایک چیز پسند ہو جب کہ وہ آخر کار تمھارے لیے بُری ہو۔ اے مومنو! تمھاری بھلائی اور نقصان کو تو اللہ ہی جانتا ہے، تم نہیں جانتے ۲۱۶○

منافقین کی ایک قرآنی تصویر

نخلہ کے واقعے کے ردِّ عمل میں اہلِ مکہ نے مدینے پر چڑھائی کرنے کے منصوبے بنانے شروع کر دیے۔ اس

صورتِ حال سے منافقین بہت خوش تھے۔ عبد اللہ بن ابی، ابو عامر اور اُس جیسے متعدد دیگر جن کی شخصیتیں اور لیڈریاں محمد ﷺ کے مدینے میں آجانے سے دھندلا گئی تھیں، وہ تو اسی انتظار میں تھے کہ کب قریش کی فوجیں مدینے کی حدود میں داخل ہوں اور وہ اُن کی رکاب پکڑے اپنے "اجڑے "محلّوں میں اپنی قوم کے "بے وقوفوں" کو سیدھا کرنے سینہ تانے چلے آئیں، اُنھیں پکّا یقین تھا کہ قریش ضرور بدلہ لیں گے اور اِن مسلمانوں کو ایسا مزا چکھائیں گے کہ معاملہ صاف ہو جائے گا، حالاں کہ خود بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے مگر ایسی لچھے دار اور گول مول باتیں کرتے تھے کہ کھلی اسلام دشمنی کے باوجود اِن کے اسلام پر کوئی حرف نہ آئے، دوسری جانب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے پالیسی یہ تھی کہ اِن کے اعلانِ اسلام کو چیلنج نہ کیا جائے، انھیں کافر نہ کہا جائے۔

ربُّ العالمین نے وسائل سے سے تہی دامن اہلِ ایمان کو حجاز کے طاقت ور ترین گروہ یعنی مشرکین مکہ کے قتال پر ابھارا اور حج پر بیت اللہ جانے کی تعلیم و تربیت شروع کی تو منافقین نے باتیں بنانی شروع کر دیں کہ فارغ ہونے کے لیے گھر سے ذرا باہر نکلتے ڈر لگتا ہے اور یہ باتیں قتال اور حج پر جانے کی کر رہے ہیں۔ اِس سے قبل کہ یہ پست ہمتی اور مایوسی پھیلاتے، قرآن نے منافقین کے ایک سرغنے کی تصویر مسلمانوں کے سامنے رکھ دی، جو آج تک مخلص اہلِ ایمان کو اپنے اِن 'دوستوں' (یعنی منافقین) کو پہچاننے میں کام آتی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّعۡجِبُكَ قَوۡلُهٗ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىۡ قَلۡبِهٖۙ وَهُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الۡاَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيۡهَا وَيُهۡلِكَ الۡحَـرۡثَ وَالنَّسۡلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ سُوۡرَةُ الۡبَقَرَة

لوگوں میں سے کوئی تو ایسا ہوتا ہے کہ جس کی چکنی چپڑی باتیں آج اِس دنیا کی زندگی میں تو تمھیں بظاہر بہت اچھی لگتی ہیں مگر درحقیقت وہ تم کو گھیرنے کے لیے ہیں، وہ جھگڑالو تمھارا کٹر دشمن ہے ○ حال یہ ہے کہ اپنے "خلوصِ دل" پر بار بار اللہ کی قسمیں کھاتا ہے، تمھاری محفلوں سے لوٹ کر اپنے یاروں کے پاس جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری سرگرمیاں بس اسی کام کے لیے وقف ہوتی ہیں کہ فساد پھیلے، وہ تو چاہتا ہے کہ کھیت غارت ہوں اور نسلِ انسانی بربادی سے دوچار ہو جائے۔ اللہ تو فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا ○ اِس کے کرتوتوں پر جب اُسے ٹوکا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر! تو اِس بات سے اُس کی انا مجروح ہو کر اُس کو گناہوں پر مزید جما دیتی ہے۔

ایسے بدقماش کے لیے تو بس جہنم ہی بڑی مناسب جگہ ہے اور وہ تو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے ○

منافقین قرآنِ کریم کی واضح آیات تک کو نہیں سمجھ پاتے

منافقین کو مدینے میں مسجدِ نبوی میں آکر اہلِ ایمان کے ساتھ قرآن سننے کا موقع حاصل تھا۔ نازل ہونے والا قرآن اُس ماحول سے بڑی مطابقت رکھتا تھا، ہر ایک کو شانِ نزول واضح ہوتی اور اُس کے اشارے کنائے معلوم ہوتے، اُن کی اپنی زبان عربی میں تھا۔ کسی کو سمجھنے کے لیے نہ لغات کی ضرورت تھی نہ گرامر کی اور نہ تفاسیر کی۔ [اور اُس وقت تک یہ تینوں نہ مرتّب ہوئی تھیں اور نہ ہی اِن کی کتب دنیا میں کہیں موجود تھیں] فقط ایک معلم اوّل ﷺ کی ذاتِ گرامی موجود تھی، جس کے ساتھ محبت اور اخلاص خود قرآن کو ذہنوں میں جذب کرا دینے کی ضمانت تھا لیکن اُن کے لیے قرآن جیسے آسان بیان کو نہ سمجھنے کی پہلی وجہ تو اُن کی نفس اور خواہشات کی بندگی اور نبیؐ کے ساتھ محبت کی کمی تھی اور دوسری یہ کہ مخالفت برائے مخالفت نے اُن کی نفسیات [ذہنی ساخت] اور اُفتادِ طبع کو اِس قابل نہیں چھوڑا کہ وہ قرآن کو سمجھ پاتے۔ صرف اتنا ہی نہیں تھا، بلکہ اگر سمجھ بھی پاتے تو شرارتاً یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ نعوذ باللہ قرآن ناقابلِ فہم ہے، کہتے 'ذرا بتاؤ کہ کیا کہا جا رہا ہے؟'۔ قرآن نے اِن کے اس روّیے کو مومنین پر آشکارا کیا، ڈیڑھ ہزار برس ہونے کو آئے ہیں آج تک کلمہ گو نام نہاد مسلمانوں [منافقین] کی یہی حالت ہے۔

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّسۡتَمِعُ اِلَيۡكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوۡا مِنۡ عِنۡدِكَ قَالُوۡا لِلَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۟ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَ اتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ ﴿۱۶﴾ وَ الَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا زَادَهُمۡ هُدًى وَّ اٰتٰٮهُمۡ تَقۡوٰٮهُمۡ ﴿۱۷﴾ سُوۡرَةُ مُحَمَّد

ان مخالفین میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو توجہ سے مگر محض حالات سے آگاہ رہنے اور اعتراض اُٹھانے کی غرض سے تمھاری بات سننے کی کوشش کرتے ہیں یہاں تک کہ جب تمھارے پاس سے اُٹھ کر جاتے ہیں تو علم والوں سے پوچھتے ہیں کہ انھوں نے ابھی کیا بات کہی؟ جان لیا جائے کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے اِن کی پیہم عداوت و مخالفت کے سبب آیات کو سمجھنے کے لیے سر بمہر کر دیا ہے، دلیل کے مقابلے میں یہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں ○ اِن متذکرہ بد نصیب لوگوں کے مقابلے میں وہ لوگ جنھوں نے خواہشات اور مفادات کے مطالبوں کو نظر انداز کر کے ہماری آیات میں بیان کردہ دلیل کو سننے کی کوشش کی اور ہدایت پائی، اللہ اُن کو اور زیادہ ہدایت پانے کی توفیق دیتا ہے اور انھیں اہلِ ایمان کے درمیان تقوٰی کا حصہ بقدرِ استحقاق عطا فرماتا ہے ○

منافقین اطاعت کا جذبہ ہی نہیں رکھتے

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مومن کے لیے اللہ کا اور اُس کے رسولؐ کا کلام سننے کے بعد اور کوئی راہ نہیں کہ وہ صدقِ دل سے **سمعنا واطعنا** کہے لیکن اللہ اور اُس کے رسولؐ کی بات سن کر نافرمانی اور ناپسندیدگی کے سبب منافقین حق کو سمجھنے اور اُس پر چلنے کے لیے اندھے اور بہرے بنا دیے جاتے ہیں۔

سُوْرَةُ مُحَمَّد میں قتال کے حکم کی آیات کے نزول کے موقع پر جب منافقین ڈر گئے اور سہم گئے اور اطاعت سے انکار کی روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِن کی قسمت ہی میں جاہلیت کی طرف پلٹ جانا ہے۔

طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ سُوْرَةُ مُحَمَّد

اطاعت اور معروف بات (کہتے تو کیا ہی اچھا ہوتا)۔ پس جب (قتال کا) قطعی حکم دے دیا گیا ہے تو اُن کے لیے اچھا ہوتا اگر اِس وقت وہ اللہ سے اپنے عہد میں سچے پائے جاتے اور تم سے (اے منافقو!) اب اس کے سوا کیا اور توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم منہ پھیر لو تو زمین میں فساد برپا کرنے اور رحم کے رشتوں کو قطع کرنے میں لگ جاؤ!! [مفہوم آیات]

کمزور ایمان کے لوگوں کو منافق اُچک لیتے ہیں

جب قتال کا حکم آیا تو کمزور ایمان والوں کو منافقین نے بہکایا۔ یہ لوگ اسلام، مسلمانوں اور دینِ اسلام کے خلاف جو سازشیں اور سرگوشیاں ہو رہی تھیں اُن میں شریک ہوئے۔ منافقین نے مہاجرین کے خلاف قبائلی اور نسلی عصبیت کو اُبھارا اور اُن سے وعدے لیے کہ وہ موقع پڑنے پر اُن کا ساتھ دیں گے۔ یہ بدنصیب ایمان لا کر پھر گئے، اللہ کو غصہ دلایا، اللہ نے اِن کی سابقہ ساری نیکیاں ضائع قرار دے دیں۔ منافقین سے دوستی اِن کو بہت مہنگی پڑی!

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ سُوْرَةُ مُحَمَّد

بلاشبہ ہدایت کو واضح پاجانے کے بعد جو لوگ پلٹ گئے، شیطان نے اُن کے لیے اس کام کو معمولی بنا دیا ہے اور اُنھیں بڑی امید دلائی ہے ○ چنانچہ اِنھوں نے اُن سے جن کو ہماری نازل کردہ آیات سے چِڑ ہے، یہ کہا کہ بعض معاملات میں ہم تمھاری اطاعت کریں گے۔ اللہ ان کی سرگوشیوں سے خوب واقف ہے ○ اُس وقت کیسی درگت ہوگی، جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہوئے انھیں لے جائیں گے! ○ ایسا اس لیے ہوگا کہ انھوں نے وہ راہ اِختیار کی جو اللہ کو غصہ دلانے والی تھی اور اُس کی رضا کو پسند نہ کیا۔ اِسی بنا پر اُس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے ○ ع۳ [مفہوم آیات]

اللہ نفاق کا راز فاش کر کے رہے گا

منافقین کھلے دشمنوں سے زیادہ خطرناک تھے۔ اِن کی جانب سے جس بڑے نقصان کا خطرہ تھا وہ یہ تھا کہ وہ کمزور ایمان والوں کے درمیان نفاق کو پروان چڑھاتے اور اُن کی دولتِ ایمان کو لوٹتے۔ اللہ تعالیٰ مدینے کے مومنین کو تسلی دے رہے ہیں کہ یہ منافقین تمھارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے، اللہ اِن کے نفاق کا بھانڈا مومنین کے سامنے پھوڑتا رہے گا اور اللہ کے لیے ضروری نہیں کہ اِن کے ماتھوں پر شناختی مہر چھاپ دے۔ مومنین کو وہ فراست عطا کر دے گا کہ وہ اِن کے لہجوں سے شناخت کر لیں گے۔

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ اَنۡ لَّنۡ یُّخۡرِجَ اللّٰہُ اَضۡغَانَہُمۡ ﴿۲۹﴾ وَ لَوۡ نَشَآءُ لَاَرَیۡنٰکَہُمۡ فَلَعَرَفۡتَہُمۡ بِسِیۡمٰہُمۡ ؕ وَ لَتَعۡرِفَنَّہُمۡ فِیۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ اَعۡمَالَکُمۡ ﴿۳۰﴾ سُوۡرَۃُ مُحَمَّد

جن لوگوں کے دلوں کو نفاق کا روگ ہے اور جو محمدؐ سے کینہ رکھتے ہیں کیا وہ، یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے کینے کا راز کبھی فاش نہیں کرے گا؟ ○ ہم چاہیں تو تمھیں ان منافقین کو تمھارے سر کی آنکھوں سے دکھا دیں اور انھیں تم اُن کے چہروں سے پہچان لو۔ مگر ان کی منافقت کو تم آوازوں کے بناوٹی سُر اور لب و لہجے اور اندازِ گفتگو سے ہی شناخت کر لو گے۔ اللہ تمھارے اعمال سے خوب واقف ہے ○

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

مکی دور میں قرآن جا بجا اُن لوگوں کو کافر قرار دیتا ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی اور اپنے زمانوں میں سابقہ انبیاء کی دعوت کا انکار کیا۔ قرآن اس گروہ کو ایک خاص جملے سے پہچانتا ہے "اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ" یعنی جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے پر رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے۔

مدینے میں یہ جملہ [phrase] سُوْرَۃُ مُحَمَّد / سُوْرَۃُ قِتال میں تین مرتبہ آیا ہے: بالکل پہلی آیت میں [اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾] پھر ۳۲ویں اور ۳۴ویں آیات میں۔ تینوں جگہ یہ جملے مدینے میں اُن نام نہاد مسلمانوں کے لیے ہیں جو درحقیقت منافق ہیں۔ اِسی طرح یہ جملہ نام نہاد مسلمانوں کے لیے سُوْرَۃُ النِّسَآء (آیہ ۱۶۷)، مجادلہ (آیہ ۱۶) اور الْمُنٰفِقُوْنَ (آیہ ۲) میں آتا رہا، اِن کو منافق کہا گیا ہے۔ سُوْرَۃُ مُحَمَّد میں قرآن مخلص مسلمانوں کو دین کی راہ میں رکاوٹ بن جانے والے منافقین سے مقابلے پر اُبھارتا ہے۔ اِن بظاہر مسلمانوں کا دین کی راہ میں رکاوٹ ہونا سورہ (سُوْرَۃُ مُحَمَّد) کا ایک اہم موضوع ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ سُوْرَۃُ مُحَمَّد

یقیناً یہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے منافقین جنھوں نے محمدؐ کے پیش کردہ دین کا انکار کیا اور اللہ کی راہ پر ایثار و قربانی کے ساتھ آگے بڑھنے سے صادق الایمان لوگوں کو روکا اور اس کے باوجود کہ اُس کی پیش کردہ ہدایت کا حق ہونا اُن پر واضح ہو چکا تھا اللہ کے رسولؐ کی مخالفت کی، جان لو کہ یہ اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ اللہ ہی جلد اِن کے اعمال کو غارت کر دے گا ○ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور منافقین کے چکر میں آکر رسولؐ کی مخالفت و نافرمانی سے اپنے کیے کرائے پر پانی نہ پھیر دینا ○ بے شک کفر کرنے والوں، اللہ کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کی راہ میں روڑے اٹکانے والوں اور حالتِ کفر میں مرنے والوں کو تو اللہ ہرگز نہیں بخشے گا ○

بدر کے موقع پر منافقین جنگ سے گریزاں تھے

جب مکہ کی جانب سے آنے والے کفار کے لشکر سے مقابلے کے لیے مدینے سے رسول اللہ ﷺ اپنے رفقا کو لے کر جنگ کے لیے نکلنا چاہ رہے تھے تو نکلنے سے قبل آپؐ نے جاننا چاہا کہ رفقا کیا سوچتے ہیں تو مہاجرین و انصار نے یک زبان ہو کر کہا کہ جہاں آپؐ کا رب آپؐ کو لے جانا چاہتا ہے وہیں لے چلیے مگر منافقین، جن کے دلوں میں روگ تھا وہ جنگ سے گریزاں نظر آئے اور جنگ پر جانے کے لیے آمادہ صادقین و مخلصین کو دیوانہ کہنے لگے۔

قرآن اس صورتِ حال کو یوں بیان کرتا ہے:

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۭ .... ﴿۴۹﴾ سُوْرَةُ الْاَنْفَال

اے محمدؐ جب تم کفار قریش کے فوجی لشکر سے مقابلے کے لیے مدینے سے نکلے تو منافقین کہہ رہے تھے اور وہ لوگ بھی جن کے دلوں کو روگ لگا ہوا ہے کہ اِن موت کے منہ میں جانے والے لوگوں کو تو اِن کے دین نے دھوکے میں ڈال [ہپناٹائز کر دیا/دیوانہ بنا] دیا ہے۔

غزوہ بدر میں فتح کی خوش خبری پر منافقین کا طرزِ عمل

جب تک غزوہ بدر میں فتح کی خوش خبری نہیں پہنچی تھی منافقین نے اپنی دلی خواہشوں اور آرزوؤں کو خوابوں کی شکل میں دیکھنا شروع کیا پھر خود ہی اُن پر یقین کرنا اور پھیلانا شروع کر دیا۔ وہ مسلمانوں کی زبردست شکست کے افسانے اپنے دل کے پورے یقین کے ساتھ پھیلا رہے تھے۔ نعوذ باللہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل ہو جانے کی دل پسند خبریں بھی گرم کرنا شروع کر دی تھیں۔ منافقین کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ میدانِ عمل میں بھی اور نظریاتی مناظرے اور استدلال میں اہلِ ایمان کی ہر کامیابی پر بڑے رنجیدہ اور بے زار نظر آئیں گے اور مومنین کے لیے میدانِ عمل کی ہر آزمائش اور نقصان پر بہت شاداں و فرحاں نظر آئیں گے۔ آج میڈیا کے دور میں آپ منافقت پھیلانے والے اداروں اور منافق افراد کو باآسانی اُن کے طرزِ عمل سے پہچان سکتے ہیں۔

رئیس المنافقین کی بنو قینقاع کی حمایت و طرف داری

معرکہ بدر کے ایک ماہ بعد بنو قینقاع کے یہود کی جانب سے معاہدے کی خلاف ورزی پر وسط شوال سنہ ۲ ہجری میں مسلمانوں نے بنو قینقاع کا محاصرہ کر لیا۔ عبد اللہ بن ابی کو جب بنو قینقاع کی جانب سے مدد کا پیغام ملا تو وہ بھاگا بھاگا آیا اور نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ اے محمد [ﷺ] تم میرے حلیفوں سے اچھا سلوک کرو۔ آپؐ نے اس کی بات ٹال دی، اُس نے اپنا مطالبہ دہرایا تو رسولِ کریمؐ نے اس کی جانب سے منہ پھیر لیا، اس پر عبد اللہ بن ابی نے آپؐ کی زرہ پکڑ کر آپؐ کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا، رسول اللہؐ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور آپؐ نے سختی سے فرمایا: اپنا ہاتھ ہٹاؤ، کہنے لگا واللہ میں اپنا ہاتھ نہ ہٹاؤں گا، جب تک کہ آپؐ سے اپنے حلیفوں کے لیے حسن سلوک کا وعدہ نہ لے لوں، منافق نے ابھی کوئی مہینہ پہلے ہی انصار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنے اسلام کا دم بھرا تھا، کہنے لگا کہ اِن چار سو زرہ بکتر اور تین سو غیر زرہ بکتر والوں نے میری پشت پناہی کر کے

مجھے ہر سرخ وسیاہ سے ہمیشہ محفوظ رکھا، کیا آپؐ دم کے دم ایک ہی صبح ان کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے؟ رسولؐ اللہ نے فرمایا، جا تیری خاطر میں نے ان کی جان بخشی کی! (او کما قال)

آج تو نفاق موجیں مار رہا ہے! منافقین جو اختتامِ دورِ نبوت میں مدینے میں ۵ سے ۱۰ فی صد کے درمیان تھے [احد کو مدینے سے نکلنے والی ایک ہزار کی فوج میں سے تین سو تو وہی تھے جو کھُلی بے وفائی کر گئے، اور کچھ فوج میں باقی رہ گئے جو پانسہ پلٹنے کے بعد عبد اللہ بن ابی کے پاس جا کر پناہ لینے کی باتیں کر رہے تھے، گویا تعداد میں ۳۰ سے ۳۵ فی صد۔] آج دنیا میں اپنے آپ کو مسلمان کہنے والوں میں عملی طور پر منافقین نا قابلِ بیان عظیم اکثریت میں ہیں، اسلام کی اقامت کی راہ میں ہمارے تمام غیر مسلم دشمنوں کے بجائے یہ لوگ زیادہ سدِّ راہ ہیں۔ اسی لیے آج اسلام کے احیاء کے لیے اُٹھنے والے ہر دستے کا یہ مطالبہ ہونا چاہیے کہ اپنی زندگیوں کو نفاق سے پاک کر لو۔ یہی بات "جو کہتے ہو وہ کرتے کیوں نہیں" سُوۡرَۃُ الصَّف میں اُس وقت کے منافقین سے کہی گئی تھی۔ او مومنین و صادقین کو اقامتِ دین اور اظہارِ دین کے لیے تیار کیا گیا۔ منافقین کے حوالے سے سُوۡرَۃُ الصَّف میں پُر زور اور پُر اثر توجہ دلائی گئی جو آج تک تمام کلمہ گو منافقین کو پکارتی ہے۔

نفاق کی نشانی، قول و فعل میں تضاد

لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ: پہلی بات جو بڑی اہم ہے وہ یہ کہ وہ بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو! یعنی جو کچھ دعویٰ ایمان کیا ہے اُس کے تقاضے پورے کرنے سے کنی نہ کتراؤ، یہ تو نفاق کی نشانی ہے کہ آدمی جھوٹ بولے اور جو وعدہ کرے اور خاص طور پر اپنے رب سے کامل بندگی اور اُس کی راہ میں کٹ مرنے اور اُس کے دین کی خاطر جان کی بازی لگانے کا عہد کرے اور پھر اُسے پورا نہ کرے۔ بدر کے بعد خالی خولی کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والوں [منافقین] کی ایک بھیڑ مسجد نبوی میں جمع ہونی شروع ہو گئی ہے، سُوۡرَۃُ الصَّف میں منافقین کو امتحان کا نوٹس دیا گیا کہ ایسا ہر گز نہ کریں کہ جو دعویٰ کریں اُس کو پورا نہ کریں۔

نفاق قلوب میں ٹیڑھ پیدا کرتا ہے

منافقین کو یاد دلایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم اپنے نفاق اور فسق کی بنا پر سیدھی راہ سے ہٹ کر ٹیڑھی ہو گئی تھی فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ: جب انھوں نے ٹیڑھ کو اپنا وطیرہ [مستقل روّیہ] بنا لیا تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے کیوں کہ اللہ فاسقوں کو راہِ ہدایت نہیں دیتا۔

منافقین جس انداز کا ٹیڑھا روّیہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رکھ رہے تھے اور جس طرح اطاعتِ رسول سے بھاگ رہے تھے، اُس کے نتیجے میں اُن کا وہی انجام ہونا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے فاسقوں کا ہوا تھا۔ یہی انجام مدینے کے منافقوں کا منتظر تھا۔ اِن آیات کے اُترنے کے کچھ ہی دنوں بعد میدانِ اُحد میں اِن آیات کے اوّلین سامعین نے دیکھ لیا کہ سورہ مبارکہ کی آیات اپنے مخاطبین پر پوری طرح منطبق ہو گئیں۔ نبیؐ کی موجودگی میں اُس کی ایک ہزار کی فوج میں سے تین سو غداری کر کے الگ ہو گئے، اس لیے کہ مستقل ٹیڑھ اختیار کرنے پر اِن کے لیے کسی نیکی پر چلنا ممکن ہی نہیں رہا تھا۔

منافقین کی بدزبانی پر اُن کو قتل کرنے کی تجویز رد کر دی گئی

اُحد سے واپسی کے بعد منافقین نے رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو کچھ فضول باتیں کیں وہ مشعلوں والی مہم [مذکورہ غزوۂ حمرا الاسد] سے واپسی کے بعد جب عمر بن الخطابؓ کے علم میں آئیں تو اُنھوں نے رسولؐ اللہ کو شر انگیزی پھیلانے والوں کو قتل کرنے کی تجویز دی۔ لیکن آپؐ نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ اللہ خود اپنے دین کو غالب کرے گا اور وہی اپنے رسولؐ کو قوت بخشے گا [گویا ہمیں بغیر زیادہ الجھے اور طیش میں آئے ہوئے اور انھیں کافر کہہ کر مارنے کے بجائے صبر کے ساتھ نام نہاد کلمہ گو لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہوئے رہنا ہو گا]

جنگِ اُحد کا ایک بڑا مقصد منافقین کے نفاق کو کھولنا تھا

جنگِ بدر کے بعد عبداللہ بن ابی اور اُس کے متعدد کا مریڈوں نے بظاہر اسلام کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا تھا، مسلمانوں کے درمیان ایک دم اتنی بڑی تعداد میں منافقین کا گھس آنا بڑا صبر آزما اور چیلنجنگ تھا۔ اِن سے، اِن کو اپنا مان کر معاملہ کرنا اور نبٹنا آسان نہیں تھا۔ اسلامی تحریکات کو ہمیشہ اس قسم کی آزمائشوں اور سینٹ لارنس جیسے لوگوں اور ایجنسیز کے ہرکاروں کے اندر گھس آنے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بدر کے بعد منافقین کی شمولیت نے اُحد میں بڑے گل کھلائے۔ اُحد میں جو بڑے پیمانے پر مومنین کو باوجود جنگ تقریباً جیت جانے کے بعد، مشرکین کے دس کے دس علم برداروں کو ہلاک کرنے اور اُن کے علم کو سرنگوں کرنے کے بعد، جو عرب کے معروف اصول کے مطابق شکست کا اعلان ہوتا ہے کیوں مسلمانوں کو بڑی تعداد میں شہادتیں پیش کرنی پڑیں لوگ پوچھتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ اللہ کا رسولؐ کیوں بذاتِ خود زخموں سے دوچار اور دوبدو اور روبرو دشمنانِ دین کا نشانہ بنا؟ قرآن مجید خود اِن سوالات کے جواب دیتا ہے۔

اللہ کی مشیت میں یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ مخلص اہلِ ایمان اور محض کلمہ پڑھنے والے نام نہاد مسلمانوں کو ملی

جُلی حالت میں چھوڑ دیتا جس میں وہ بدر اور اُحد کے درمیانی عرصے میں پڑے تھے۔ جب تک کہ اللہ مخلصین اور وفادار، پاک وطیّب لوگوں کے درمیان چھپے منافقین اور ناپاک وخبیث مارہائے آستین لوگوں کی شناخت ظاہر نہ کردیتا، منافقین کی حالت لوگوں سے چھپی ہوئی تھی۔ پس ضروری ہوا کہ سارے عامۃ المسلمین پر منافقین کے چہروں کو بے نقاب کرنے کے لیے ایسے سلسلہ حادثات کو برپا کیا جائے کہ منافقین کا نفاق ابھر کر ہر ایک کو نظر آجائے اور مومنین کا اخلاص بھی ثابت ہو جائے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

﴿۱۷۹﴾ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن

یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ مومنوں کو اُس حالت میں چھوڑ دیتا کہ جس میں تم پڑے تھے۔ جب تک کہ وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں [منافقین] سے الگ کر کے نہ رکھ دیتا۔ اور اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع کردے وہ تو غیب کی باتیں بتانے کے لیے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرلیتا ہے، پس اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کروگے تو تم کو بڑا اجر ملے گا۔ [مفہوم آیت]

بلاشبہ جنگ اُحد میں مسلمانوں کو بڑی قربانی دینی پڑی لیکن اس میں لوگوں کے اخلاص اور وفاداری اور جاں نثاری کا امتحان بھی ہو گیا۔

اہلِ ایمان کو منافقین کی باتوں کو اہمیت نہ دینے کی تلقین

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ

﴿۱۴۹﴾ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن

اے ایمان والو، اگر تم نام نہاد کلمہ گو مسلمان دانش وروں [منافقین] اور یہود جیسے منکرین کی باتوں میں آؤ گے تو یہ تمھیں پیٹھ پیچھے یعنی دینِ اسلام سے قدیم جاہلیت کی جانب لوٹا کے رہیں گے اور تم نامراد ہو کے رہ جاؤ گے۔

اُحد کی شکست کے پسِ منظر میں، اللہ اور اُس کے رسولؐ پر بے اعتمادی کی باتیں سوائے اللہ اور اُس کے رسولؐ سے دشمنی کے کچھ نہیں ہیں۔ اللہ تمھارا حامی و مددگار ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔ جلد ہی ہم ان کافروں [منافقین اور یہود] کے دلوں میں اے مسلمانو، تمھارا رعب ڈال دیں گے اس وجہ سے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ ان کو اُلوہیت میں شریک ٹھہرایا جن کے حق میں اُس نے کوئی دلیل نہیں اتاری ان کا ٹھکانا

جہنم ہے اور وہ کیا ہی بری جائے قرار ہے اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والوں کے لیے۔ [مفہوم آیت]

منافقین رسول اللہ کی موجودگی میں قیادت اور فیصلہ سازی کا حق چاہتے ہیں

وَ طَآىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ ؕ یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ یُخْفُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَكَ ؕ یَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ ﴿۱۵۴﴾ سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن

مگر ایک دوسرا گروہ بھی تھا، جس کے لوگوں کو صرف اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی، اللہ کے متعلق خلافِ حقیقت جاہلانہ گمان کرنے لگے۔ کہنے لگے کہ مسلمانوں کے نظم اجتماعی اور اس کے امور کو طے کرنے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟ ان سے کہو رسولؐ کی موجودگی میں کسی کا کوئی حصہ نہیں، اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں وہ کچھ چھپائے ہوئے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ یہ منافقین لوگ کہتے ہیں کہ مدینے کی قیادت اور اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو ہم یہاں اس طرح بے دریغ نہ قتل کیے جاتے۔ ان سے کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کے لیے قتل ہونا تقدیر میں لکھا تھا وہ وقتِ مقررہ پر اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔ [مفہوم آیت]

منافقین کو ہمیشہ یہ دھڑکا ہوتا ہے کہ قیادت بددیانتی کرے گی

وَ مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ ؕ وَ مَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن

گزری جنگ میں جو اپنا محاذ چھوڑ کے مالِ غنیمت کے پیچھے بھاگے، کیا انھیں یقین نہ تھا کہ غنیمت جمع کرنے میں چاہے وہ شریک نہ ہوں، اللہ کا رسولؐ انھیں اُن کا پورا حصہ دے گا، کیا کوئی بداعتقادی تھی۔ کسی نبی کے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ خیانت کر جائے۔ اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز اللہ کے حضور پیش ہو گا، پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی کے اجر میں کوئی کمی [ظلم] نہ ہو گی۔ [مفہوم آیت]

اللہ کا نبی اور خیانت؟؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبیؐ جو اللہ کی رضا کا طالب ہوتا ہے اُس کی مانند ہو جائے جو اپنی

خیانتوں کے باعث روزِ قیامت اللہ کی ناراضی لے کر لوٹے اور جس کا آخری ٹھکانا جہنم ہو جو بد ترین ٹھکانہ ہے! اللہ کے نزدیک اِن دو طرح کے دو آدمیوں کے درجے مختلف ہیں اور یہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اُس کی نگرانی کر رہا ہے۔

جنگ میں شدید حالات کی حکمت، منافقین کا پردہ چاک کرنا تھا

وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَ قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۚ﴿۱۶۷﴾ سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن

[جنگ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے کلمہ گو دشمنانِ دین و ایمان، منافقین کو ساری دنیا سر کی آنکھوں سے دیکھے اور ثبوتوں کے ساتھ جان لے] کہ جب اُن سے کہا گیا آؤ اللہ کی راہ میں ہمارے ساتھ قتال میں حصہ لو یا کم از کم اپنے شہر، شہرِ مدینہ کی مدافعت ہی کرو، تو کہنے لگے اگر ہمیں اندازہ ہوتا کہ آج قتال ہو گا تو ہم ضرور تمھارے ساتھ ہوتے گویا اہلِ ایمان تو بس یوں ہی سرحد پر ڈیرہ ڈالے ہوئے دشمن کے سامنے پکنک منانے جا رہے ہیں۔ یہ دوسروں کو احمق سمجھ کر بے وقوف بنانے کی باتیں جب وہ کر رہے تھے اُس وقت وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ جو کچھ باتیں جملوں کی شکل میں اِن کے مونہوں سے نکلتی ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں، اور اللہ اس چیز کو خوب جانتا ہے جس کو یہ دلوں میں چھپاتے ہیں۔ [مفہوم آیت]

غزوہ اُحد پر نازل ہونے والے خطبے کے بعد، جو سورہ آلِ عمران میں شامل کی گیا، اسی معرکے کے حوالے سے ایک دوسرا خطبہ نازل ہوا جو سورہ نساء میں درج کرایا گیا۔ اس خطبے میں بھی منافقین کو تفصیل سے زیرِ بحث لایا گیا۔

سُوْرَةُ النِّسَآء

اللہ کے فضل و کرم اور عفو و درگزر، نبیؐ کی فراست اور مسلمانوں کے نظم و ضبط کے نتیجے میں ہر گزرتے دن کے ساتھ مسلمان اپنی پوزیشن مستحکم کرتے چلے گئے اور منافقین کے لیے بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے کا موقع کم ہوتا چلا گیا۔ اپنی اُلٹی سیدھی باتوں پر اکثر اُن کو معذرت کرنی پڑتی، جو خاموشی سے قبول کر لی جاتی، کیوں کہ قرآن نے تلقین کی کہ ان کو زیادہ نہ چھیڑو، انھیں نرمی سے سمجھاؤ اور ایسی پُر دلیل و بلیغ بات کرو جو ان کے دلوں میں اُتر جائے۔ اِن کو صاف بتادو کہ اِن کا ایمان کبھی معتبر ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں یہ تم کو آخری

فیصلہ کرنے والا نہ تسلیم کرلیں۔[دیکھیے سُوْرَۃُ النِّسَآء آیات ۶۳ - ۶۵]

دل سے ایمان پر مطمئن مگر عملی طور پر کم زور مسلمانوں کو بھی قرآن نے منافقین کی صف میں کھڑا کر دیا؛ کہا گیا کہ وہ مسلمان جو ہجرت کر کے مدینے نہیں آجاتے اُن سے ہمدردی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ ہجرت سے باز رہیں تو جب موقع ملے تو انھیں جہاں پاؤ، پکڑو اور قتل کرڈالو، تاہم اِن پُر فتن حالات کے باوجود دشمنوں اور منافقوں کو قتل کرتے ہوئے انتہائی احتیاط ضروری ہے۔ جو اپنے اسلام کو ظاہر کرنے کے لیے سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تُو مومن نہیں ہے۔[دیکھیے سُوْرَۃُ النِّسَآء آیات ۸۹، ۸۸ اور ۹۴]

بے شک جنھوں نے اسلام میں داخلے اور پھر اس کو چھوڑ بیٹھنے کو کھیل بنالیا ہے، تو اللہ ایسے منافقین کو ہر گز معاف نہ کرے گا۔ مومنین کو چاہیے کہ منافقین کی محفلوں میں جہاں اللہ کے احکامات اور اُس کی آیات کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہاں نہ بیٹھیں جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں۔ منافقین کا معاملہ یہ ہے کہ یہ سستی اور بے زاری سے محض لوگوں کو دکھانے لیے نماز کے لیے اٹھتے ہیں اور اپنی نمازوں میں اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔[دیکھیے سُوْرَۃُ النِّسَآء آیات ۱۳۷، ۱۴۰ اور ۱۴۲]

کلمہ گو منافقین، اہلِ کتاب اور مشرکین کے دوست ہوتے ہیں

منافقین کا ہمیشہ یہ سلسلہ رہے گا کہ وہ یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست بنائیں گے اور اسلام اور مخلص مسلمانوں کے مفاد سے زیادہ اُنھیں یہود ونصاریٰ کا مفاد عزیز ہوگا۔ جب اُحد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کو دس روز میں شہر چھوڑ دینے کا نوٹس دیا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے بنو نضیر کو پیغام بھیجا کہ اپنی جگہ برقرار رہو، ڈٹ جاؤ، اور بنو قینقاع کی مانند گھر بار نہ چھوڑو۔ میری فوج تمھاری حفاظت میں جان دے سکتی ہے۔ اور اگر تمھیں نکالا ہی گیا تو ہم بھی تمھارے ساتھ نکل جائیں گے۔ اُن کے سردار حُیَی بن اَخْطَبْ کو توقع تھی کہ رئیس المنافقین نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے۔ لیکن منافق تو جھوٹے ہوتے ہیں، مارا گیا اور انجام کار بعد از خرابیِ بسیار جلاوطن ہونا پڑا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ سُوْرَةُ النِّسَآء

کیا تم نے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے کھلی منافقت کی ہوئی ہے؟ یہ اہل کتاب میں سے اپنے بھائیوں

سے جنھوں نے کفر کیا ہے کہتے ہیں کہ ، اگر تمھیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور بالضرور تمھارے ساتھ نکل جائیں گے ، تمھارے معاملہ میں ہم کسی کی بھی بات نہیں مانیں گے ، اور تم سے قتال کیا گیا تو ہم تمھاری ضرور مدد کریں گے ۔ مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ نِرے جھوٹے ہیں ○ اگر یہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ ہر گز نہ نکلیں گے ، اور اُن سے قتال کیا گیا تو یہ اُن کی ہر گز مدد نہ کریں گے اور اگر یہ ان کی مدد کریں گے بھی تو پیٹھ دکھائیں گے پھر ان کی کوئی مدد نہیں ہو گی ○

دورِ نبوت ﷺ میں اپنے آپ کو مسلمان کہنے والوں کے درمیان یہود کو دوست رکھنے والوں کی اتنی جرأت وہمت تھی کہ وہ رسول للہ ﷺ کی پارٹی میں شامل ہونے کے باوجود، اپنی ہی پارٹی [یعنی مسلمانوں] کے خلاف اُن کی دورانِ جنگ اخلاقی، جانی و مالی مدد کا اعلان کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ " مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ نِرے جھوٹے ہیں۔" اللہ کی اس گواہی کے باوجود اِن کو کافر نہیں کہا گیا، مسلم گروہ سے خارج کرنے کا اعلان نہیں کیا گیا، یہ مسجدِ نبوی میں آتے رہے، اِن کے مرنے والوں کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی رہیں، اِن کے مردے مسلمانوں کے قبرستانوں میں انصار و مہاجرین کے پہلو بہ پہلو دفن ہوتے رہے۔ حد یہ ہے کہ چار مہینے قبل تو یہ رسول اللہ کو چھوڑ کر تین سو کی تعداد میں مسلمانوں کے لشکر سے علیحدہ ہو کر بھاگ آئے تھے۔ اِن کا کوئی کورٹ مارشل نہیں ہوا، اِن کو کوئی سزا نہیں دی گئی۔

منافقین اللہ کے نہیں، طاغوت کے بندے ہیں:

جنگ احد میں آپ نے دیکھا کہ جب بھگدڑ مچ گئی تو شکست خوردہ منافق مسلمانوں میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو کہہ رہے تھے کہ چلو عبد اللہ بن ابی کے پاس چلیں کہ وہ قریش سے بات چیت کر کے ہمارے معاملات کو ٹھیک کرا دے۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کو چھوڑ کر دوسری طاقتوں کے پاس ہدایت لینے اور اپنے مقدمات کا فیصلہ حاصل کرنے کے لیے جانا طاغوت کے پاس جانا تھا۔ ہر وہ حاکم، حکومت، عدالت، شخصیت طاغوت ہے جو قانونِ الٰہی کے سوا کسی دُوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرے کیوں کہ قرآن تو طاغوت سے بغاوت کا مطالبہ کرتا ہے۔ [يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ...... ﴿۶۱﴾] سُوْرَةُ النِّسَآء۔

اُحد کے بعد منافقین زیادہ شیر ہو گئے تھے اور یہود و قریش کے ساتھ اِن کی گاڑھی چھن رہی تھی اسی اثنا میں بنو نضیر جس ذلت و رسوائی سے اپنے گھروں کو گراتے اور خفت مٹانے کے لیے گاتے بجاتے مدینے سے بھاگے، اُس نے اِن منافقوں کو کچھ ٹھنڈا کیا اور چپ کرایا۔ مگر یہ اندر ہی اندر سلگتے رہے اور تا ایں دم امت مسلمہ میں یہ

کلمہ گو منافقین اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔اِن منافقین کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کی اپنی من مانی تاویلیں کرنا چاہتے ہیں لیکن رسول اکرم ﷺ کی زندگی کی نظیریں اور صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کی راہ سنت کو واضح کر دینے والی تاریخ اِن کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں، جس وقت روح الامین علیہ السلام قرآن لے کر اُتر رہے تھے اُس وقت بھی اُن پر نماز، روزے اتنے بھاری نہیں تھے جتنا رسول اللہ ﷺ کی مجاہدانہ زندگی کے اُسوے کو اختیار کرنا اور آپ کی اطاعت کرنا چناں چہ کہا گیا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ. .... ﴿٦٤﴾ " ہم نے، جو بھی رسول بھیجا، وہ ہماری اسی سندِ اجازت سے آیا کہ اُس کی اطاعت کی جائے"؛ پس خالقِ ارض و سما کی جانب سے رسُول اس لیے نہیں آتا کہ بس اس کا کلمہ حلق سے درست کر کے پڑھ لو اور پڑھاتے رہو اور پھر اطاعت جس کی دل چاہے کرتے رہو!

منافقین کے ساتھ نظر انداز کیے جانے کا برتاؤ کیا جائے:

قرآن مجید کی یہ آیات اور رسول اللہ ﷺ کا ابن ابی کے ساتھ روّیہ [صفحہ ۳۳۳ کی آخری سطور دیکھیے] اور برتاؤ قیامت تک کے لیے اہلِ ایمان کو منافقین کے طریقۂ واردات پر بڑی ہی گہری بصیرت مہیا کرتا ہے اور ساتھ ہی اُن سے معاملہ (deal) کرنے کی بھی بڑی ہی عمدہ نصیحت ملتی ہے کہ اِن کو برملا کاٹ کر نہیں پھینک دو، احتیاط کے ساتھ اِن سے معاملہ کرو اِن سے ہشیار رہتے ہوئے درگزر کا معاملہ کرو و گرنہ بے تدبیری سے اقامت دین کے سارے کام کا ستّیاناس ہو جائے گا۔ کہا گیا: فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾ سُوْرَةُ النِّسَآء ان کو زیادہ نہ چھیڑو، انھیں نرمی سے سمجھاؤ اور ایسی پُر دلیل و بلیغ بات کرو جو ان کے دلوں کو چھو لے۔

چناں چہ ایسے ناب کار مسلمانوں کے لیے کہا گیا: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً .... ﴿٧٧﴾ سُوْرَةُ النِّسَآء ترجمہ: تم نے اُن لوگوں کے روّیے پر بھی غور کیا کہ جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو؟ اب جو اُن پر قتال فرض کیا گیا ہے تو ان کا ایک گروہ لوگوں سے اس طرح ڈرتا ہے جس طرح اللہ سے ڈرنا چاہیے، یا اس سے بھی کچھ زیادہ...

یہ دورِ نبوت میں مدینے کے غیر شعوری مسلمانوں کی بات ہو رہی ہے جنھیں منافقین کہا گیا ہے۔اِن لوگوں کی تلوار، اسلام سے قبل لوٹ کھسوٹ اور نفسانی لڑائیوں کے لیے ہر وقت بے نیام رہتی تھی۔اسلام

نے انھیں تعلیم دی کہ اِس خون ریزی اور لوٹ مار سے ہاتھ روک لو " کُفُّوٓا اَیۡدِیَکُمۡ " اور اُن کے تزکیے اور تربیت کے لیے نماز اور زکوٰۃ کے لیے کہا گیا تھا۔ پھر بھی وہ اسلام سے اپنی محبت اور بڑائی جتانے کے لیے گاہے بگاہے کفار کے خلاف جنگ کی بات کرتے رہتے تھے تو انھیں ہاتھ روکے رکھنے ہی کا حکم دیا جاتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تلوار اُٹھانے کا حکم دیا تو وہ لوگ جو لوٹ مار میں بڑے بہادر تھے کہ کم زوروں پر ظلم ڈھاتے تھے، عرب کے جنگ آزما سورماؤں سے ٹکرانے کے تصور ہی سے ڈر گئے۔

منافقین کے دل رسالتِ محمدیؐ پر مطمئن نہیں ہیں

جو آیات ابھی گزر چکی ہیں وہ اس پر شاہد ہیں کہ جس وقت یہ آیات نازل ہو رہی تھیں منافقین کا اصل روگ یہ تھا کہ وہ اللہ کی راہ میں قتال کے لیے، کلمۃ اللہ کی سربلندی اور اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ اُس سرگرمی اور جانفشانی سے نہیں دے پارہے تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ خود اور آپؐ کے مخلص رفقاء دے رہے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ منافقین کی اس بیماری کی تشخیص یہ فرماتے ہیں کہ اُن کے دل رسالتِ محمدیؐ پر مطمئن نہیں ہیں، اس بیماری کے علاج کے لیے اللہ کا مختصر فرمان یہ ہے کہ وَ اَرۡسَلۡنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا ﴿۷۹﴾ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ وَ مَنۡ تَوَلّٰی فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا ﴿۸۰﴾ سُوۡرَۃُ النِّسَآء

ترجمہ: اے محمدؐ! ہم نے تمھیں لوگوں کے لیے رسُول بناکر بھیجا ہے اور اس پر اللہ کی گواہی کافی ہے ○ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔ اور جس نے روگردانی کی تو بہرحال ہم نے تمھیں ان پر نگراں بناکر تو نہیں بھیجا ہے ○

تمھارا یہ کام نہیں ہے کہ زبردستی اِن منافقین کو بھی اُسی جہادی اور سرگرم اصلاحی جدوجہد میں لگادو جس میں تم اور تمھارے دوست لگے ہیں تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ لوگ کیوں نافرمانی کرتے تھے۔

منافقین قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے پر بھی شک میں مبتلا ہیں:

دورِ نبوت میں محمد عربی ﷺ کے اللہ کے نمائندے ہونے پر تشکیک کے علاوہ نفاق زدہ مسلمانوں کی بداطواریوں میں قرآن کے من جانب اللہ ہونے میں شک کو بھی ایک بڑا دخل ہوتا تھا، اور آج بھی ایسا ہی ہے۔ چناں چہ منافقانہ روش پر ٹوکنے کے بعد مسلمان ہوتے ہوئے باطل کی ہم نوائی کی وجہ اللہ تعالیٰ یہ بتاتے ہیں کہ لوگ قرآن پر غور ہی نہیں کرتے۔